افتا و اجتہاد

حافظ ابن قیمؒ

سید مودودیؒ کے الفاظ میں : "علامہ ابن قیمؒ کی کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین' فقہ اسلامی کی بہترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں علامہ موصوف نے اسلامی قانون کے ماخذ' اس کی روح' اس کے اسرار' اس کی حکمتوں' قیاس و استنباط کے طریقوں' اور اصولِ فتویٰ پر اس خوبی سے بحث کی ہے کہ اس کی نظیر علماے اسلام کی تصانیف میں بہت کم پائی جاتی ہے"۔

ہم اس کتاب کے مختلف ابواب وقتاً فوقتاً قارئین کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ (ادارہ)

دنیا میں جن چیزوں کے حصول کی دوڑ میں لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور رشک کرنے میں لگے رہتے ہیں' ان میں سب سے اولیٰ و اعلیٰ چیز وہ ہے جو دین و دنیا میں بندے کی سعادت کی ضامن ہو' اور اس راہ میں اس کی رہنمائی بھی کرتی ہو۔ یہ چیز کیا ہے؟ یہ علم نافع اور عمل صالح ہے۔ جس شخص کو علم و عمل کی دولت نصیب ہو گئی وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گیا' اور جو اس سے محروم رہا وہ بھلائی اور خیر کی ہر صورت سے محروم رہا۔ علم و عمل کی کسوٹی ہی پر نیک و بد' ظالم اور مظلوم کی پرکھ ہوتی ہے۔

چونکہ علم' عمل کا قرین اور اس کا رفیق ہے' نیز علم کا شرف معلومات کے شرف کے تابع ہے' اس لیے علوم میں علمِ توحید سب سے اشرف' اور علمِ احکام سب سے زیادہ نافع ہے۔ لیکن ان دونوں علوم سے روشنی کا حصول اسی وقت ممکن ہے جب اس روشنی کا منبع ایسی ذات ہو جس کا معصوم عن الخطا ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہو' اور جس کا اِتباع آسمانی کتابوں نے واجب کیا ہو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے' جس کی زبان سے نکلا ہوا کوئی کلمہ اپنا نہیں ہوتا' بلکہ یہ اللہ کی طرف سے دی ہوئی وحی پر مبنی ہوتا ہے۔

حضورؐ سے حصولِ علم کی صورتیں

حضورؐ سے حصولِ علم کی دو صورتیں ہیں: بالواسطہ حصول' اور بلاواسطہ حصول۔ دوسری صورت صرف صحابہ کرامؓ کے لیے ممکن تھی۔ اس میدان میں' ان کے بعد اب امت میں کوئی شخص ان کے ہم پلہ ہونے یا ان کے قریب پہنچنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تاہم جو شخص صحابہ کرامؓ کی سیدھی راہ اختیار کرے گا' وہ دوسروں سے آگے نکل جائے گا۔ لیکن جو شخص ان کے راستے سے منہ موڑ کر دائیں بائیں چلے گا' وہ پیچھے رہ جائے گا اور گمراہی میں بھٹکتا پھرے گا۔ خیر کی کون سی صورت ہے جس کے حصول میں صحابہ کرامؓ دوسروں سے آگے نہیں نکل گئے؟ سلامت روی کی کونسی ایسی شکل ہے جسے انھوں نے نہیں اپنایا؟ بخدا' وہ اسلام کے حیات بخش چشمۂ صافی پر پہنچ کر پہلے خود سیراب ہوئے' اور پھر اسلام کی بنیادیں مضبوط کیں۔ انھوں نے قرآن اور ایمان کی روشنی میں' اپنے عدل و انصاف کے ذریعے لوگوں کے دل جیت لیے' اور شمشیر و سنان کے ذریعے جہاد کرکے ممالک فتح کرلیے۔ انھوں نے چراغِ نبوت سے جو کچھ حاصل کیا' اسے اس کی اصلی حالت میں تابعین کرامؒ کو منتقل کردیا۔ ان کا سلسلہ سند --- یعنی از رب العالمین بوساطت حضرت جبرئیل علیہ السلام' بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم --- ایک درست اور عالی سلسلہ سند تھا۔ انھوں نے تابعین کرام سے فرمادیا: "دین کا یہ خزانہ ہمیں اپنے نبیؐ سے ملا ہے' ہم نے اسے آپ تک پہنچا دیا۔ آپ کو پہنچانا ہمارے رب کی طرف سے ہم پر عائد شدہ فریضہ تھا' اب یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے۔

تابعین کرامؒ نے' اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے' صحابہ کرامؓ کے طریقے کو اپنایا' اور ان کے راستے پر ان کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ پھر حضرات تبع تابعینؒ نے ان کے راستے کو اپنا لائحۂ عمل بنایا۔ اپنے پیشروؤں کی نسبت سے ان حضرات کی حیثیت وہی تھی جس کا ذکر باری تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ (**ثلة من الاولين وقليل من الاخرين**) ایک بہت بڑا گروہ اگلوں کا اور تھوڑے سے پچھلوں میں۔ پھر قرنِ رابع کے ائمہ کا دور آیا۔ ان ائمہ کرام نے دین کی روشنی حضرات تبع تابعین سے حاصل کی۔ ان حضرات کے دل و دماغ میں اللہ کے دین کا درجہ اتنا برتر و بالا تھا کہ وہ اس پر کسی رائے' تقلید' قیاس یا عقل کو مقدم نہیں کرتے۔

پھر ان کے پیروکاروں میں سے جو حضرات' اصحابِ توفیق تھے' وہ ان کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ ان سب کو اس سلسلے میں افراد کی خاطر تعصب برتنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بس حجت و استدلال کا ساتھ دیتے' اور جس طرف حق کا جھکاؤ ہوتا' اس طرف جھک جاتے۔ ان کا قیام اور ان کا کوچ' حق کی ہمرکابی میں ہوتا۔ جب ان کے سامنے ایسی دلیل آجاتی جو اپنی قوت کی بنا پر دل پر اثر کرنیوالی ہوتی تو وہ اس کی طرف فرداً فرداً اور گروہوں کی صورت میں لپک پڑتے۔ جب ان کے

کانوں میں رسولؐ کی آواز پڑ جاتی' یعنی کسی معاملے میں انھیں کوئی حدیث مل جاتی' تو وہ اس کی طرف دوڑ پڑتے' اور حضورؐ کے قول کے بارے میں کسی دلیل کا مطالبہ نہ کرتے۔ اللہ کے رسولؐ کے منصوص اقوال کا درجہ ان کے نزدیک اس قدر عظمت و جلال کا حامل تھا کہ وہ ان پر کسی کے قول کو مقدم کرنے یا رائے اور قیاس کے ذریعے ان کا معارضہ کرنے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوتے۔

پھر کچھ ایسے لوگ ان کے جانشین بنے' جنھوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا' اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ہرگروہ اپنے من گھڑت تصورات و مزعومات پر شاداں اور فرحاں ہوتا۔ انھوں نے تعصب کو اپنے اپنے مسلک کے لیے دین داری کا درجہ دے کر اس کی پیروی اختیار کرلی۔ تعصب ہی کے ذریعے یہ اپنی دکان اور تجارت چمکاتے تھے۔ ان میں کچھ ایسے تھے جنھوں نے محض تقلید پر قناعت کرلی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ : "ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقے پر پایا تھا' ہم سب ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ یہ دونوں گروہ راہِ صواب سے بہت دور چلے گئے۔ (معاملات) نہ تمھاری من گھڑت خواہشات پر موقوف ہیں' نہ اہلِ کتاب کی۔ علم کا مفہوم یہ ہے کہ حق بات کی معرفت اس کی دلیل کی بنا پر ہو۔ اندھی تقلید اور خواہشات کو بنیاد بنا کر تعصب برتنے میں مبتلا اشخاص علما کے زمرے سے خارج ہیں' اور انبیا کی وراثت کے اونچے مقام سے نیچے گر چکے ہیں۔

حفاظِ حدیث

دعوت الی اللہ' حضورؐ کی تعلیمات' آپؐ کے ارشادات' اور ان ارشادات کے معانی و مطالب کی تبلیغ' حزب اللہ میں شامل لوگوں اور رسولؐ اللہ کے راستے پر چل کر فلاح پانے والوں کا شعار رہا ہے۔ اس لیے آپؐ کی امت کے علما کی دو ہی قسمیں قرار پاتی ہیں۔

ایک قسم حفاظِ حدیث کی ہے اور ان حضرات نے ائمہ کرام اور فقہائے اسلام کے لیے دین کو محفوظ کردیا' اور اس کے صاف چشموں کو گدلا جانے اور بگڑنے سے بچا لیا۔ حتیٰ کہ جب وہ لوگ جن کی قسمت میں اللہ نے بھلائی لکھ دی تھی' ان چشموں پر سیرابی کی غرض سے پہنچے' تو انھیں ہر قسم کے غل و غش سے صاف پاک پایا۔ لوگوں کی آرا نے ان کے اندر کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی تھی۔

فقہائے اسلام

علما کی دوسری قسم فقہائے اسلام کا گروہ ہے۔ ان حضرات کے اقوال کی بنیاد پر لوگوں کو احکامات کے متعلق فتویٰ دینے کا سلسلہ جاری رہا۔ انھیں استنباط احکام کی خصوصی مہارت حاصل تھی' اور انھوں نے حلال و حرام کے قواعد کی تشکیل پوری توجہ سے کی تھی۔ دنیا میں ان کی حیثیت وہی ہے جو آسمان میں ستاروں کی' ان کے ذریعے تاریکی میں بھٹکنے والے پریشان انسان کو راستہ ملتا ہے۔ کتاب

اللہ کے نص کی روشنی میں' ماں باپ کی اطاعت سے بڑھ کر' ان کی اطاعت فرض ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کرو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور متعدد صحابہ و ائمہ کا قول ہے کہ "اولی الامر سے مراد علما ہیں۔" امام احمدؒ سے روایت ہے کہ امرا' یعنی حکام' کی اطاعت صرف اس وقت کی جائے گی جب وہ مقتضائے علم کے مطابق احکامات جاری کریں گے' اس لیے ان کی اطاعت علما کی اطاعت کے تابع ہے۔ کیونکہ اطاعت صرف معروف میں ہوتی ہے' اس لیے جس طرح علما کی اطاعت حضورؐ کی اطاعت کے تابع ہے اسی طرح امرا کی اطاعت علما کی اطاعت کے تابع ہے۔

چونکہ اسلام کا قیام علما اور امرا کی اطاعت پر مبنی ہے' اس لیے دنیا کی صلاح کا دارومدار ان دونوں گروہوں کی صلاح پر ہے اور دنیا کا فساد ان دونوں کے فساد پر مبنی ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ اور دوسرے حضرات کا قول ہے: لوگوں میں سے دو گروہ ایسے ہیں کہ اگر وہ درست رہیں تو تمام لوگ درست رہیں گے' اور اگر ان میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو تمام لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ سوال کیا گیا کہ وہ کون سے گروہ ہیں؟ فرمایا: "بادشاہ اور علما"

مقامِ اِفتا کی اہمیت

چونکہ اللہ کی طرف سے اس کی باتیں دوسروں تک پہنچانے کی بنیاد ان باتوں کے علم اور انھیں بیان کرنے میں صداقت پر ہے' اس لیے روایت اور فتویٰ کے منصب پر صرف وہی شخص فائز ہو سکتا ہے جو علم اور صدق بیانی کی صفات سے متصف ہو۔ یعنی' جس بات کو دوسروں تک پہنچانے چلا ہے اس کا خود اسے علم ہو' اس کا کردار صالح ہو' قول و فعل میں عدل کا رتبہ ہو' اور اپنی نشست برخاست اور طور طریقوں کے لحاظ سے خلوت و جلوت میں یکسانیت ہو۔

جب بادشاہوں کی طرف سے فرامین لکھنے اور ان پر مہر شاہی لگانے کا منصب اتنا اونچا ہے کہ اس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا' تو پھر رب العالمین کی طرف سے فرمان نویسی (فتویٰ نویسی) کا منصب کس قدر اعلیٰ اور افضل ہو گا!

اِفتا' رب العالمین کا منصب ہے

مقامِ اِفتا پر فائز ہونے والے شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو منصبِ اِفتا کا اہل بنائے' اور اپنے اندر اس منصب کی صفات پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ اس مقصد کے لیے اسے اپنے مرتبے اور مقام کا صحیح ادراک ہونا چاہیے۔ اس کے سینے میں حق گوئی و بے باکی کے سلسلے میں کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ہادی و ناصر ہے۔

یہ وہ منصب ہے جس پر خود رب العالمین متمکن ہے۔ ارشاد باری ہے' (وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ : النساء ۴ : ۱۲۷) "لوگ آپ سے عورتوں کے معاملے میں فتویٰ پوچھتے ہیں' کہہ دیجیے اللہ تمھیں ان کے معاملہ میں فتویٰ دیتا ہے"۔

جس منصب پر اللہ تعالیٰ خود متمکن ہو اس کے فضل و شرف اور قدر و منزلت کا کیا کہنا۔

فتویٰ نویس کو اس بات کا شعور ہونا چاہیے کہ وہ کس ذات کی نیابت کر رہا ہے۔ نیز اسے اس کا یقین بھی کر لینا چاہیے کہ کل قیامت کے میدان میں اس سے فتویٰ کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی اور اس مقصد کے لیے اسے اپنے رب کے حضور جواب دہی کرنا ہوگی۔

اللہ کے بعد' حضورؐ مفتی ہیں

رسولؐ اللہ نے سب سے پہلے اللہ کی باتیں لوگوں تک پہنچائیں۔ افتا کے منصب عالی پر فائز ہونے والی سب سے پہلی ہستی سیّدالمرسلین' امام المتقین' خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ آپؐ اس کی وحی کے امین اور اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کی طرف سفیر تھے۔ اس لیے آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی مبین کی روشنی میں فتوے دیتے تھے۔ ان فتووں کی زبان دو ٹوک ہوتی تھی۔

آپؐ کے دیے ہوئے یہ فتوے' وجوبِ اتباع کے لحاظ سے' نیز مسائل کے احکام میں قول فیصل بننے اور معیار ہونے کے اعتبار سے' کتاب اللہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔ کسی مسلمان کے لیے اس کی گنجایش ہی نہیں ہے کہ ایک معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ موجود ہوتے ہوئے وہ اس سے منہ موڑ کر کسی اور طرف رُخ کرلے۔ حکم دیا ہے کہ مسائل کے احکامات معلوم کرنے کے لیے حضورؐ کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔

(فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ : النساء ۴ : ۵۹) "اگر تمھارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو"۔

اصحاب النبیؐ

حضورؐ کے بعد فتویٰ دینے کے عظیم کام کا بیڑا قرآن کے محافظ اور رحمٰن کے سپاہیوں' صحابہ کرامؓ نے اٹھایا۔ ان کے قلوب سب سے زیادہ نرم' ان کا علم سب سے زیادہ پختہ' ان کے رویے میں سب سے کم تکلف' ان کا حسنِ بیان سب سے بڑھ کر' ان کے ایمان کی صداقت سب سے بلند' ان کی خیر خواہی میں سب سے زیادہ اخلاص اور اللہ کے ساتھ ان کا رابطہ سب سے زیادہ قوی تھا۔ ان

بعض صحابہؓ نے کثرت سے فتوے دیے' بعض میانہ رو رہے' اور اکثر نے بہت ہی کم فتوے دیے۔

حضورؐ کے جن صحابہ کرامؓ سے منقول فتوؤں کو محفوظ کرلیا گیا ہے' ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ اوپر ہے۔ ان میں خواتین بھی شامل ہیں۔

جن صحابہؓ نے کثرت سے فتوے دیے ہیں' ان کی تعداد سات ہے : حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ' ام المومنین حضرت عائشہؓ' حضرت زید بن ثابتؓ' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ ابن حزمؒ کا قول ہے کہ درج بالا حضرات میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتوؤں کو بیس کتابوں میں جمع کیا گیا تھا۔

جو صحابہؓ فتویٰ دینے میں میانہ رَو تھے' ان کی تعداد تیرہ ہے : حضرت ابوبکرؓ' ام المومنین حضرت ام سلمہؓ' حضرت انس بن مالکؓ' حضرت ابوسعید خدریؓ' حضرت ابوہریرہؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ' حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص' حضرت سلمان فارسیؓ' حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت معاذ بن جبلؓ۔ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ اگر جمع کیے جائیں تو ایک ایک کتابچہ تیار ہو سکتا ہے۔ ان حضرات کے ساتھ حضرت طلحہؓ' حضرت زبیرؓ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ' حضرت عمرانؓ بن حصین' حضرت ابوبکرہؓ' حضرت عبادہ بن الصامتؓ اور حضرت معاویہؓ کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

درج بالا صحابہ کرامؓ کے سوا' باقی صحابہؓ نے بہت کم فتوے دیے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے ایک یا دو یا اس سے کچھ زائد مسئلوں کے متعلق فتوے منقول ہیں۔

صحابہؓ کا مقام

صحابہ کرامؓ جس طرح امّت کے سردار ہیں' اسی طرح وہ علما اور مفتیوں کے بھی سردار ہیں۔

حضرت علیؓ سے عرض کیا گیا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق بتایئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا' کس صحابی کے متعلق ؟ عرض کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق۔ آپ نے فرمایا: "انھوں نے قرآن پڑھا اور سنت کا علم حاصل کیا' اور پھر اس کی انتہا کو پہنچ گئے۔ یہی چیز ان کے لیے کافی تھی۔' پھر عرض کیا گیا کہ ہمیں حضرت حذیفہؓ کے متعلق بتایئے ؟ آپ نے فرمایا: "حذیفہؓ کو منافقین کے متعلق تمام صحابہؓ سے بڑھ کر معلومات تھیں"۔ حضرت ابوموسیٰؓ کے متعلق آپ نے فرمایا : "انھیں علم کے رنگ میں ہی رنگ دیا گیا تھا"۔ حضرت سلمانؓ کے بارے میں فرمایا: "وہ علم اوّل و آخر کے پہاڑ ہیں' وہ ایسے سمندر ہیں جو خشک نہیں ہو سکتا"۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "عمرؓ کے متعلق میرا خیال ہے کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے وہ لے گئے ہیں۔" انھوں نے یہ بھی فرمایا: "اگر عمرؓ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے تمام افراد کے علم کو دوسرے پلڑے میں، تو عمرؓ کے علم کا پلڑا جھک جائے گا۔"

سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہر ایسے پیچیدہ مسئلے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے جسے حل کرنے کے لیے حضرت علیؓ موجود نہ ہوں۔ فرمایا کرتے تھے: کہ "اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں یہ گواہی دی تھی کہ وہ بڑے علم والے اور علم سکھانے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے جن چار افراد سے قرآن سیکھنے کی تلقین فرمائی تھی، ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سب پر مقدم رکھا تھا۔ عتبہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جسے حضورؐ پر نازل ہونے والی کتاب کا عبداللہ ابن مسعودؓ سے بڑھ کر علم ہو"۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰؓ اشعری فرمانے لگے کہ اگر تم یہ بات کہتے ہو تو تمھاری بات درست ہے کیونکہ ابن مسعود، حضورؐ سے اس وقت باتیں سنتے تھے جب ہم نہیں سنتے تھے اور وہ آپؐ کے پاس اس وقت ہوتے جب ہم نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی تو مجھے اس کے نزول کے پس منظر کا علم ہو جاتا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ فلاح شخص کتاب اللہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اونٹوں کے ذریعے اس کے پاس جانا ممکن ہوتا تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ زید بن وہبؒ کا کہنا ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت ابن مسعودؓ آئے، حضرت عمرؓ سے قریب ہو کر بیٹھ گئے، جھک کر ان سے گفتگو کی، پھر چلے گئے۔ جب وہ واپس ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: "یہ علم کا بھرا ہوا برتن ہے۔"

مسروقؒ سے پوچھا گیا کہ آیا حضرت عائشہؓ فرائض (یعنی وراثت کے مسائل) بہت اچھی طرح جانتی تھیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے بڑے بڑے اہل علم کو حضرت عائشہؓ سے فرائض پوچھتے دیکھا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ ہمیں کسی حدیث کے بارے میں اشکال ہوتا، اور پھر ہم عائشہؓ سے اس کے متعلق دریافت کرتے، تو ہمیں وہاں سے کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہو جاتیں۔

ابن سیرینؒ نے فرمایا: "صحابہ کرامؓ کی نظروں میں حضرت عثمانؓ کو مناسک کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات تھیں، ان کے بعد حضرت عمرؓ کو۔ شہر بن حوشب کا قول ہے کہ صحابہ کرامؓ جب

گفتگو کرتے' اور وہاں حضرت معاذؓ بن جبل موجود ہوتے' تو سب کی نظریں ان کی جلالت قدر کی بنا پر ان کی طرف اٹھ جاتیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ابوذرؓ علم کو سب سے بڑھ کر محفوظ کرنے والے تھے۔ پھر علم کی اس مشک کو منہ پر بندھن لگ گئی' اس کے بعد اس سے کچھ نہیں نکلا' یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا' وہاں میں نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو راسخین فی العلم میں سے پایا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اپنے سینے سے لگا کر یہ دعا مانگی "اے اللہ' اسے حکمت سکھا دے۔" حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے حضورؐ نے اپنے پاس بلا کر میری پیشانی پر اپنا دست مبارک پھیرا اور پھر دعا کی کہ: "اے اللہ! اسے حکمت اور کتاب اللہ کی تاویل یعنی تفسیر کا علم سکھا دے۔" جب حضرت ابن عباسؓ کی وفات ہوئی تو محمد بن الحنفیہ نے فرمایا: اس امت کے ربانی (عالم) کی وفات ہوگئی۔" عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے فرمایا: "میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو ابن عباسؓ سے بڑھ کر سنت کا علم رکھتا ہو' ان سے بڑھ کر جرات کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرتا ہو اور ان سے زیادہ دقیقہ رس ہو۔ حضرت عمرؓ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سامنے بڑے پیچیدہ اور عاجز کردینے والے مسائل آئے ہیں' آپ ہی انھیں اور ان جیسے دوسرے مسائل کو حل کرسکتے ہیں۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ میں نے تقریباً پچاس صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ہے۔ اگر حضرت ابن عباسؓ کوئی بات بیان کرتے اور دوسرے صحابہؓ اس کی مخالفت کرتے تو وہ ان سے مذاکرہ جاری رکھتے یہاں تک کہ انھیں قائل کرلیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے کہ جب ان کے مابین کسی مسئلے میں اختلاف رائے ہوتا تو سب کے سب حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف رجوع کرتے۔

شعبیؒ کا قول ہے کہ جس قاضی کو دو ٹوک فیصلہ کرنا پسند ہو' وہ حضرت عمرؓ کا قول اختیار کرے۔ مجاہدؒ کا قول ہے کہ جب کسی معاملے میں لوگوں کے مابین اختلاف رائے ہو جائے' تو پھر دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ نے اس میں کیا فیصلہ کیا؟ ان کے فیصلے کو اختیار کرلیا جائے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جو حضرت عمرؓ سے بڑھ کر علم رکھتا ہو۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی کی راہ اختیار کریں اور عمرؓ دوسری وادی اور گھاٹی کی راہ' تو میں عمرؓ کی وادی اور گھاٹی والی راہ اختیار کروں گا۔ بعض تابعین کا قول ہے کہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے ان کے سامنے دوسرے فقہا طفل مکتب نظر آئے' حضرت عمرؓ اپنے علم اور فقہ کی بنا پر ان سب پر غالب تھے۔

محمد بن جریر نے کہا: حضرت ابن مسعودؓ کے سوا کوئی ایسے صحابی نہیں تھے جن کے رفقا مشہور و معروف ہوں اور جنھوں نے ان کے فتاویٰ قلم بند کرلیے ہوں۔ لیکن حضرت ابن مسعودؓ بھی اپنا مسلک اور اپنا قول حضرت عمرؓ کے قول کی بنا پر ترک کردیتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ حضرت ابن مسعودؓ مسائل میں حضرت عمرؓ سے اختلاف رائے کرتے اور ان کا قول چھوڑ کر اپنے قول کی طرف رجوع کرتے"۔ شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ قنوت نہیں پڑھتے تھے' اگر حضرت عمرؓ قنوت پڑھتے تو وہ بھی ضرور قنوت پڑھتے۔

ہم ادارہ معارف اسلامی لاہور کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس باب کے لیے زیر طبع مسودے سے اخذ و تلخیص کی اجازت دی۔ (خ-م)

تحفۂ خصوصی

خرم مُراد کے قلم سے

راہِ خدا میں کام کرنے والوں کے لیے بیش بہا تحائف

تربیت کی پہلی منزل

سورۃ المزّمل کی آیات ۱-۱۱ کا پیغام: پہلے بنیادی تربیتی کورس ــــ قیامِ لیل، تلاوتِ قرآن، ذکر و اخلاص کا بیان ــــ ۲/۷۵ روپے سینکڑہ

عہدِ وفا اور وفائے عہد

سُورۃ الفتح کی آیات ۱-۸ کا پیغام، جو عہدِ ایمان و بندگی اور اُس کی وفا، اس عہد سے بے وفائی کی سزا، اور وفا کے اجر کا بیان ــــ ۲۰۰ روپے سینکڑہ

قُربِ الٰہی کے آسان طریقے

جو ایک سال میں ۸۰ ہزار شائع ہُوا ــــ ۱/۷۵ روپے سینکڑہ

اِستقبالِ رمضان

جو تین سال میں ۹۲ ہزار شائع ہُوا ــــ ۲/۷۵ روپے سینکڑہ

منشورات: احمد رضا، منصُورہ، مُلتان روڈ، لاہور